اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل کے ساتھ

ماہنامہ

قندیلِ ادب

مدیر

رانا عبدالرزاق خان

rana_razzaq@hotmail.com
07886304637 & 02089449385

معاون مدیر و ڈیزائنر:

عامرِ امیر

07903126126
majeedamer20@yahoo.com

نگران ویب سائٹ:

ایاز احمد راٹھور

www.bazmesherosukhan.co.uk

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

بارہواں شمارہ

قندِیل اَدب اِنٹرنیشنل لندن دسمبر ۲۰۱۳ء

وضاحت۔قندیلِ اَدب انٹرنیشنل کسی سیاسی سماجی مذہبی گروہ یا فرقے کا ترجمان نہیں یہ نسل یا فرقوں کے اِمتیاز سے بالاتر ہے یہ صرف اُردو اَدب کی ترقی و ترویج کے لئے جاری کیا گیا ہے اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں قارئین کو آراء یا مضامین سے اختلاف کا حق حاصل ہے اور اس کے صفحات حاضر ہیں۔تحریر کے ساتھ اپنا مکمل ایڈریس اور فون نمبر ضرور ارسال کریں یہ آپ کا اپنا میگزین ہے۔

مکرم فاروق نسیم صاحب برمنگھم سے رقم طراز ہیں ۔ محترم رانا صاحب اس بار قندیل ادب کچھ منفرد تھا مگر اشعار کی بندش ٹھیک نہ تھی سب غزلیں آزاد شاعری کی طرح لگ رہی تھیں

محترم آدم چغتائی صاحب شاعر مترنم برمنگھم سے لکھتے ہیں ۔ جناب رانا صاحب نومبر کا قندیل ادب پڑھا بہت اچھا لگا ۔آپ اردو ادب کے بے لوث خدمت گار ہیں نہ کوئی طمع یا لالچ ہے۔آپ بلاتفریق سب کا کلام بھی دیتے ہیں اور پھر سب اہل ادب کو ای میل بھی کرتے ہیں یہ آپ کا بڑا پن ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو صحت والی لمبی عمر دے اور اس قندیل ادب کو روشن رکھے۔آمین

محترم کولمبس خان صاحب جرمنی سے فرماتے ہیں۔آپ کا رسالہ پڑھا بہت اچھا لگا مگر ڈیزائننگ اور مضامین کی بندش درست نہیں ہے۔کاوش اچھی ہے اسے مزید نکھارنے کی کوشش کریں۔

انڈیکس مضامین

وضاحت

آپ کے پیغامات

شفیع الرحمٰن شفیع۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اُردو

احمد فراز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غزل

شیرا ز وحید خاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جاپانی فیسٹیول

عامر مجید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محاورے اور ضرب الامثال

لغت کے معنی اور چند مشہور لغات۔۔۔۔ثقلین مبارک

موبائل فون کا نشہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سید حسن خان

زبان اردو کا ارتقاء، کثیر اقوام ہند کی مشترکہ زبان۔رانا عبدالرزاق خان

جون ایلیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غزل

نورالجبیل نجمی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غزل

سید معراج جامی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غزل

عاصی صحرائی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غزل

تقسیم ہند سے قبل مشاہیر کرام اور زبان اُردو۔عاصی صحرائی

مصطفیٰ زیدی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غزل

فیغ احمد فیض۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غزل

عدیم حاشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غزل

جمیل الرحمٰن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غزل

پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی کا تبصرہ آدم چغتائی پر

مبارک صدیقی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مزاحیہ کلام

فراز حمید خاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دنیا کی چند بڑی مساجد

اعزاز لطیف خاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ٹلہ جوگیاں

ابنِ صفی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رانا مبارک احمد خاں بحرین

بلال افتخار خاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پانامہ نہر
راجہ منیر احمد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کرداری علوم
فضل عمر ڈوگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انمول موتی
ارشاد عرشی ملک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ کا شاہکار
قیصر داؤد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیوی پاکستان گئی ہے
قطعاتِ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آدم چغتائی

شفیع الرحمٰن شفیع

رگوں میں مثلِ خوں جولاں، ہماری جان ہے اُردو
ہماری عظمت و رفعت، ہماری شان ہے اُردو
محبت ہے دلوں میں،ہونٹوں پہ مسکان ہے اُردو
مہذب قوم کی دلکش، حسین پہچان ہے اُردو
فضا میں نغمہ زن، شیریں نواء ہر آن ہے اُردو
رواداری کا پرچم،امن کا فرمان ہے اُردو
زبانِ دل کی،اخوت و مہر و اُلفت کی، شرافت کی
نزاکت کی،لطافت کی،نفاست کی،نظافت کی
ثقافت کی،صداقت کی، شجاعت کی ، فراست کی
اسی نے حریت بخشی زباں بن کر سیاست کی
گلستانِ بزم میں تو رزم میں طوفان ہے اُردو
سخاوت کے لبوں پر لولو و مرجان ہے اُردو
زبانِ عشق، شیریں ہے،شعارِ والہانہ ہے
جمال و حسن سحر انگیز،دلکش ، دلبرانہ ہے
تصوف،آدمیت کی متاعِ عارفانہ ہے
کشش پر ہے فدا دشمن تو قائل کل زمانہ ہے
تقدس،دھرم،مذہب کے لئے وجدان ہے اُردو
دلاسے خالق و مخلوق میں عرفاں ہے اُردو
لبوں پر جب توانا لفظ گونجے انقلاب آئے
ضعیفوں،ناتوانوں میں اچھل کر خود شباب آئے ۔
شرارے جب دبک جائیں،ٹپکتا ہر شہاب آئے
مفر ظالم تلاشے، کس میں جل جانے کی تاب آئے
مظالم ڈھانے والوں کے لئے ہیجان ہے اُردو
ہر اک جابر کے آگے قاطع برہان ہے اُردو
اسے اپنے رلاتے، آزماتے ہیں، ستاتے ہیں
مگر دل میں مٹانے کے بھی منصوبے بناتے ہیں
یہ مٹ سکتی نہیں،بے گانے سینے سے لگاتے ہیں
خود اپنی وسعتوں کے واسطے ایقان ہے اُردو
مسرت بخش مستقبل کا خود امکان ہے اُردو
شفیع مضمحل اُردو ہے وہ ماہِ درخشندہ
رہے گی تا قیامت اپنے بل بوتے پہ یہ زندہ
عدو ہوتے رہے ہیں آج تک دنیا میں شرمندہ
زبان اب عالمی اردو، ستارے اس کے تابندہ
ہمیں ہے فخر اپنی آرزو ، ارمان ہے اُردو
دلوں میں اپنے اعدا کے سدا مہمان ہے اُردو

احمد فراز

سُنا ہے لوگ اُسے آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں
سو اُس کے شہر میں کچھ دن ٹھہر کے دیکھتے ہیں
سُنا ہے ربط ہے اس کو خراب حالوں سے
سو اپنے آپ کو برباد کر کے دیکھتے ہی
سُنا ہے درد کی گاہک ہے چشمِ ناز اُس کی
سو ہم بھی اس کی گلی سے گزر کر دیکھتے ہیں

سُنا ہے اس کو بھی ہے شعرو شاعری سے شغف
سو ہم بھی معجزے اپنے ہنر کے دیکھتے ہیں

سُنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کرکے دیکھتے ہیں

سُنا ہے رات اُسے چاند تکتا رہتا ہے
ستارے بامِ فلک سے اُتر کے دیکھتے ہیں

سُنا ہے دن کو اسے تتلیاں ستاتی ہیں
سُنا ہے رات کو جگنو ٹھہرکے دیکھتے ہیں

سُنا ہے حشر میں اُس کی غزال سی آنکھیں
سُنا ہے ہرن اُس کو دشت بھر کے دیکھتے ہیں

سُنا ہے رات سے بڑھ کر ہیں کاکلیں اُس کی
سُنا ہے شام کو سائے گزر کر دیکھتے ہیں

سُنا ہے اُس کی سیہ چشمگی قیامت ہے
سو اُس کو سرمہ فروش آہ بھر کے دیکھتے ہیں

سُنا ہے اس کے لبوں سے گلاب جلتے ہیں
سو ہم بہار پہ الزام دھر کے دیکھتے ہیں

سُنا ہے آئنہ تمثال ہے جبیں اُس کی
جو سادہ دل ہیں اُسے بن سنور کے دیکھتے ہیں

سُنا ہے جب سے حمائل ہیں اُس کی گردن میں
مزاج اور ہی لعل و گہر کے دیکھتے ہیں

سُنا ہے چشمِ تصور سے دشتِ امکاں میں
پلنگ زاویے اس کی کمر کے دیکھتے ہیں

سُنا ہے اس کے بدن کی تراش ایسی ہے
کہ پھول اپنی قبائیں کترکے دیکھتے ہیں

وہ سروِ قد ہے مگر بے گُلِ مراد نہیں
کہ اس شجر پہ شگوفے ثمر کے دیکھتے ہیں

بس اِک نگاہ سے لُٹتا ہے قافلہ دل کا
سو رہروانِ تمنّا بھی ڈر کے دیکھتے ہیں

سُنا ہے اس کے شبستاں سے متصل ہے بہشت
مکیں اُدھر کے بھی جلوے اِدھر کے دیکھتے ہیں

رُکے تو گردشیں اُس کا طواف کرتی ہیں
چلے تو اس کو زمانے ٹھہرکے دیکھتے ہیں

کسے نصیب کہ بے پیرہن اُسے دیکھے
کبھی کبھی در و دیوار گھر کے دیکھتے ہیں

کہانیاں ہی سہی سب مبالغے ہی سہی
اگر وہ خواب ہے تعبیر کرکے دیکھتے ہیں

اب اس شہر میں ٹھہریں کہ کوچ کر جائیں
فرازؔ آؤ ستارے سفرکے دیکھتے ہیں

☆☆☆☆☆☆

ابھی کچھ اور کرشمے غزلکے دیکھتے ہیں
فرازؔ اب ذرا لہجہ بدل کے دیکھتے ہیں

جدائیاں تو مقدر ہیں پھر بھی جانِ سفر
کچھ اور دُور ذرا ساتھ چل کے دیکھتے ہیں

رہِ وفا میں میں حریفِ خرام کوئی تو ہو
سو اپنے آپ سے آگے نکل کے دیکھتے ہیں

تُو سامنے ہے تو پھر کیوں یقیں نہیں آتا
یہ بار بار جو آنکھوں کو مَل کے دیکھتے ہیں

یہ کون لوگ ہیں موجود تیری محفل میں
جو لالچوں سے تجھے، مجھ کو جل کے دیکھتے ہیں

یہ قُرب کیا ہے کہ یک جاں ہوئے نہ دُور رہے
ہزار ایک ہی قالب میں ڈھل کے دیکھتے ہیں

نہ تجھ کو مات ہوئی نہ تجھ کو مات ہوئی
سو اب کے دونوں ہی چالیں بدل کے دیکھتے ہیں

یہ کون ہے سرِ ساحل کہ ڈوبنے والے
سمندروں کی تہوں سے اُچھل کے دیکھتے ہیں

ابھی تک تو نہ کندن ہوئے نہ راکھ ہوئے
ہم اپنی آگ میں ہر روز جل کے دیکھتے ہیں

بہت دنوں سے نہیں ہے کچھ اس کی خیر خبر
چلو فرازؔ کو ،اے یار چل کے دیکھتے ہیں

جاپانی فیسٹیول میں ۳۰ ہزار لالٹینیں روشن ۔۔۔شیراز وحید خاں

جاپانی دارالحکومت ٹوکیو میں روشنیوں سے بھرا ایک ''میتا فیسٹیول'' منعقد کیا گیا۔جس میں لوگوں نے کاغذہ لاٹینوں کے ساتھ شرکت کی ۔میتا فیسٹیول یا شیو کیونی کی یادگار پر منعقد کیا گیا۔جہاں دوسری جنگ عظیم کے دوران ہلاک ہونے والے تقریباً ۲۴ لاکھ جاپانی دفن ہیں۔چار روزہ اس فیسٹیول میں کم از کم ۳۰ ہزار سے زائد کاغذہی لاٹینوں کو روشن کر کے رکھا گیا۔جس سے ایک دلکش نظارہ تخلیق ہو گیا۔اور لوگ اس سے لطف اندوز ہوتے رہے۔یاد رہے کہ ماضی میں جاپانی سر براہان مملکت اور سیاستدان اس میلے میں شرکت کرتے تھے ۔جس کے سبب تنازعات پیدا ہو جایا کرتے تھے ۔(

روزنامہ دنیا ۱۶ جولائی ۲۰۱۳ء)

محاورے اور ضرب الامثال ۔عامر مجید

زبان اُردو کے بے بدل شاعر داغؔ نے کسی زمانے میں یوں سخن آرائی کی تھی ۔کہ

؎ اردو ہے جس کا نام ہمیں جانت ہیں داغؔ سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

حسن وخوبی میں یکتا،شیرینی ودل نشینی میں بے مثال،سلاست،نرمی وروانی میں اپنا ثانی نہ رکھنے والی زبانِ اُردو اپنے جلو میں زبان و بیان کے تمام لوازمات رکھتی ہے۔جودتِ الفاظ،خوش بیانی،خوش بیانی،اور جملہ لوازم سے اردو آراستہ و پیراستہ ہے۔گویا دامنِ اردو طرح طرح کے پھولوں سے مہک رہا ہے۔محاورہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں مرکزی نقطہ فکر وعمل،یعنی محاورہ کسی زبان کا ہو وہ مرکزی نقطہ ہوتا ہے۔جو باوجود مختصر ہونے کے اپنے اردگرد پھیلی بہت سارے حقائق کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔کہاوتیں یا ضرب الامثال انسان کے صدیوں کے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہوتی ہیں۔جن میں کسی بات یا سچائی کو مختصراً بیان کر دیا جاتا ہے۔جو بعض دفعہ اپنی توجیہہ میں کوئی لمبا چوڑا واقعہ بھی رکھتی ہے۔

جان ہے تو جہان ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص دریا میں ڈوب رہا تھا ڈوبتے ہوئے وہ چیخنے چلانے لگا کہ ''مجھے نکالو نہیں تو جگ ڈوبا'' لوگوں اس کی جان بچائی اور پوچھا کہ یہ تو بتاؤ تمہارے ڈوبنے سے جگ کیسے ڈوب رہا تھا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ ''جہان ہے تو جہان ہے''یہ بات دنیا کی دیگر زبانوں میں بھی ضرب المثل کے طور پر بیان ہوتی ہے فارسی میں کہتے ہیں ''من زندہ جہان زندہ''اسی طرح انگریزی اور دیگر زبانوں میں اسی بات کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے میر تقی میر نے اس بات کو یوں شعر میں ڈھالا ہے۔

؎ میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے۔۔جان ہے تو جہان ہے پیارے

مرغ کی ایک ہی ٹانگ ۔

یعنی ایک ہی بات کی رٹ لگائے رکھنا۔کہتے ہیں ایک خانساماں نے مرغ پکا کے مالک کے سامنے رکھا تو مالک نے پوچھا''اس کی دوسری ٹانگ کہاں ہے''؟ خانساماں نے کہا جناب اس مرغ کی نسل ہی ایسی تھی جس کی ایک ٹانگ ہوتی ہے ۔مالک اس وقت چپ ہو گیا۔جب کھا پی کر ٹہلنے لگا تو دیکھا سامنے ایک مرغ ٹانگ سیکیڑے کھڑا ہے۔خانساماں نے کہا'' خانساماں نے فوراً کہا یہ مرغ بھی اسی نسل کا ہے۔مالک نے ہش کہا تو مرغ نے دوسری ٹانگ بھی نیچھ زمین پر لگا لی ،خانساماں نے کہا کیا خوب ! آنجناب اگر اس وقت بھی ایسا ہی کرتے تو وہ مرغ بھی دوسری ٹانگ نکال دیتا۔اس واقعہ کے بعد یہ ضرب المثل وجود میں آئی کہ'' مرغ کی ایک ٹانگ''یعنی بے جا بات پر اَڑے رہنا۔ایک ہی بات کی رَٹ لگائے رکھنا۔

میں کمبل کو چھوڑوں کمبل مجھے نہ چھوڑے۔

یہ محاورہ بھی نہایت دلچسپ ہے ۔اس محاورے کو اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی ہاتھ دھو کر آپ کے پیچھے پڑ جائے ۔ آپ کا وقت ضائع کرے اور آپ کے پیچھے پڑ جائے ۔اس محاورے کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ دو دوست دریا

کے کنارے سفر کر رہے تھے۔ان کے پاس اوڑھنے کو کچھ نہ تھا۔ اچانک ایک شخص کو دریا میں کمبل بہتا ہوا نظر آیا۔اس نے اپنے دوست سے کہا وہ دیکھو کمبل، میں اسے میں نکال لاتا ہوں، اسپر اس نے چھلانگ لگا دی۔ جب وہ کمبل پکڑنے میں کامیاب ہو گیا تو دیکھا کہ وہ ریچھ ہے اور ریچھ نے اسے پکڑ لیا۔دریا کنارے کھڑے دوست نے کہا تم کمبل کو چھوڑو اور باہر آجاؤ اس دوست نے جواب دیا۔"میں کمبل کو چھوڑوں کمبل مجھے نہ چھوڑے۔"۔

ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔

روئے زمین پر آباد جانوروں میں ہاتھی ایک بہت بڑا اور عظیم الجثہ جانور ہے۔جسامت کے لحاظ سے بھاری بھرکم ،طاقت کے لحاظ سے بھرپور اور پھر بڑے بڑے سفید دانت۔یہ دانت ہاتھی کی خوبصورتی بڑھانے کے علاوہ اور کسی کام نہیں آتے۔البتہ اس کے اندر والے دانت غذا چبانے کے کام آتے ہیں۔یعنی منہ کے اندر والے دانت کھانے اور باہر والے دانت دکھانے کے۔جب کوئی شخص اندر سے کچھ اور ہو اور ظاہر کچھ اور کرے تو ایسی صورت میں یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔

لغت کے معنی اور چند مشہور لغات۔۔ثقلین مبارک آسٹریلیا

لغت کے معنی۔ا۔بولی۔زبان۔۲۔فرہنگ۔ڈکشنری،

حروف تہجی کے ترتیب کے مطابق مرتبہ مجموعہ الفاظ جس میں ہر لفظ کے مقابل اس کے معنی اسی زبان یا کسی دوسری زبان میں درج ہوں۔لغت کی جمع لغات،لغتوں ،لغتیں۔(فیروز الغات اُردو ۱۲۱۱۸) جیسا کہ لغت کی تعریف سے ظاہر ہے لغت ایسی کتاب کو کہتے ہیں۔جس میں ترتیب تہجی کے مطابق مجموعہ الفاظ ہو اور اس کے ساتھ اس کے معنی بھی ہوں۔اور جس کتاب میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہوں اس کتاب کو ہم اردو میں لغت،فارسی میں فرہنگ،عربی میں قاموس،سنسکرت میں کوش اور انگریزی میں ڈکشنری کہتے ہیں۔دنیا کی پہلی لغت۔دنیا کی پہلی لغت یونانی زبان میں تھی۔اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سرزمین یونان کے دانشور ایتھینیس نے ایسے ۳۵ یونانیوں کے نام لئے ہیں۔ جنھوں نے یونانی زبان کی لغات لکھیں مگر اب وہ ناپید ہیں۔ان لغات کے نہ ہونے کے سبب لغت نویس زینودوئس کی تالیف شدہ لغت گلوسا کو دنیا کی پہلی لغت تسلیم کیا گیا ہے اس کے مصنف کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دوسری صدی عیسوی کے زمانہ میں بطلیموس کے دور حکومت میں اسکندریہ کے کتب خانے کا مہتمم تھا۔

اُردو کی پہلی لغت۔اُردو کی پہلی لغت بحر الفضائل فی منافع الافاضل کو قرار دیا جاتا ہے۔اسے ۷۹۵ھ میں محمد بن قاسم محمد بن قوام کرخی نے تالیف کیا تھا۔اس میں اردو زبان کے معانی فارسی زبان میں دیئے گئے ہیں۔بعد ازاں متعدد لغات شائع ہوئیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔اورنگزیب عالمگیر کے زمانہ میں مرزا محمد بن فخر الدین نے تحفۃ الہند لکھی اس میں اردو زبان کے معانی فارسی زبان میں دیئے گئے ہیں غرائب اللغات مولفہ عبدالواسع ہانسوی اس میں اردو زبان کے معانی فارسی زبان میں دیئے گئے ہیں

نوادر اللغات۔۱۷۵۶ء مولوی سراج الدین علی خان آرزو

فرگوسن کی ہندوستانی لغت ۱۸۰۸ء جوزف ٹیلر اور ولیم ہنٹر..

ہندوستانی انگریزی لغت۔۱۸۷۶ء مولفہ ڈاکٹر فیلسن اردو کلاسیکی

ہندی اور انگریزی ڈکشنری۔۱۸۸۵ء مولفہ جان ٹی بلیٹس ایم اے

امیر الغات۔۹۲۔۱۸۹۱ء مولفہ امیر مینائی

فیروز اللغات۔اردو جامع ۱۸۹۷ء مولفہ مولوی فیروز دین

فرہنگ آصفیہ ۱۹۰۸ء مولفہ سید احمد دہلوی۔

نوراللغات ۱۹۲۲ء۔مولوی نورالحسن نیر کاکوری۔

جامع اللغات ۱۹۳۳ء مولفہ عبدالمجید بی اے۔

موبائل فون کا نشہ۔۔۔مرسلہ سید حسن خان

عطاالحق قاسمی لکھتے ہیں کہ مجھے اکثر اس مضمون کی ایک ایس ایم ایس موصول ہوتی ہے۔''برادرانِ اسلام میں ایک ہسپتال میں بسترِ مرگ پر پڑا ہوں میرا اس دنیا میں کوئی نہیں۔ آپ کو خدا و رسول کا واسطہ مجھے دس روپے کا بیلنس بھیج دیں۔'' چنانچہ میں جب بھی فون کرتا ہوں ''بسترِ مرگ'' پر سے دس روپے مانگنے والا شخص فون ہی نہیں اُٹھاتا شاید اس قسم کے لوگ قناعت پسند ہوتے ہیں۔شنید ہے کہ اب اس قسم کے بیلنس کی بھیک اب خواتین بھی مانگنے لگی ہیں حالانکہ وہ جانتی ہیں کہ آوارہ قسم کے لونڈے بعد میں اس بیلنس کو ''بیلنس'' کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ہمارے ہاں ان دنوں ایک ایس ایم ایس زوروں پر ہے کہ فون پر ایک دوسرے کو ہیلو نہ کہیں کیونکہ یہ لفظ دراصل hell جہنم سے نکلا ہے۔اس نکتہ آفرینی پر لاحول کے علاوہ اور کیا پڑھا جاسکتا ہے۔جبکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ رشوت، چوری، زنا، حرام خوری، اقربا پروری، جھوٹ، بد نظری شراب، چرس، افیم، ، اور دوسری نشہ آور اشیاء کے علاوہ موبائل فون کے نشے کے خلاف بھی مہم چلائی جائے جو کہ قوم کو لے ڈوبا ہے۔(عطا الحق قاسمی جنگ کراچی یکم نومبر ۲۰۱۰ء کتاب وارثانِ ابوجاہل ص ۲۴۱)

ہر کوئی بنا ہے اپنے خیال میں۔۔اک عالم، جسے افلاطون کہتے ہیں
پل بھر میں بدل دیتا ہے مزاج۔۔اک پُرزہ جسے فون کہتے ہیں

صابر ظفر

تمہاری راہ کی دیوار تو ہونا نہیں ہم کو
اگر ہم بوجھ بن جائیں تو پھر ڈھونا نہیں مجھ کو
ہماری خوش نصیبی ہے تمہاری آن پر مرنا
اگر مر جائے تو دیکھنا رونا نہیں ہم کو
اگر نذرِ زمیں ہونگے یوں ہی اُجلے رہیں گے ہم
شہیدِ عشق کا ملبوس ہیں دھونا نہیں ہم کو
دوبارہ جو اُگاؤ گے دوبارہ فصل دیں گے ہم
مگر پتھر دلوں کے شہر میں بونا نہیں ہم کو

زبانِ اُردو کا اِرتقاء۔

کثیر اقوامِ ہند کی مشترکہ زبان۔

رانا عبدالرزاق خاں لندن

ایک جدید تحقیق کی رُو سے موجودہ اُردو زبان ہندوستان کی اس قدیم ہریانی زبان کی اصلاح شدہ شکل ہے۔جو سولھویں سترہویں صدی میں دہلی کے انواع واطراف اور ماحول میں ہریانوی برج اور راجستانی کا امتزاج اور سنگم تھی ۔اور جس میں اہلِ دہلی کے محاوروں اور تاجدارانِ سُخن کے تصرفات نے اضافوں میں تغیّرِ عظیم برپا کر ڈالا۔اسی زبان کی بازگشت حیدرآباد دکن، گجرات کاٹھیاواڑ، لکھنؤ، کلکتہ اور پنجاب میں سنائی دینے لگی۔(پنجاب میں اُردو تالیف علامہ حافظ محمود شیرانی محمود) دنیا کی اس عظیم الشان زبان کی تجدید اور روزمرّہ اضافوں اور ترقی وارتقاء کے ہر مرحلہ میں مسلمان بزرگوں اور ادیبوں کے دوش بدوش ہندو نیتاؤں ،سکھ سورماؤں بلکہ فاضل عیسائیوں نے بھی پورے جوش وخروش سے

حصہ لیا۔اسے پالا، پوسا، سینے سے لگایا۔دل میں سجایا اپنے خونِ جگر سے اس کے گلستاں کو سینچا اور طویل جدوجہد کے بعد اسے دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں لا کھڑا کرنے میں قابلِ رشک حد تک کامیاب ہوگئے۔اور جہاں ورلڈ واچ انسٹی ٹیوٹ (شکاگو) کے حالیہ اعدادوشمار کے مطابق دنیا سے پچاس سے نوے فیصد تک زبانیں ناپید ہورہی ہیں وہاں ہمارے نزدیک اُردو کی عالمی مقبولیت میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہورہا ہے۔

آسمانِ اُردو کے ممتاز ستارے۔اُردو ادب کے محسن اور مورّخ رائے بہادر ڈاکٹر رام بابو سکسینہ (1951.1894) بریلی کی مشہورِ عالم کتاب ''تاریخِ ادبِ اُردو'' میں اس حقیقت پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح یہ زبان ملک کے اصل باشندوں کے علاوہ ڈاکٹر جان کلکرسٹ (1841.1759) قائم کردہ کلکتہ فورٹ ولیم کالج کی پشت پناہی میں جلد جلد ترقی کے زینے طے کرتے ہوئے مسلم ہندو، سکھ اور عیسائی ادب نوازوں کے ذریعہ پروان چڑھی ہے۔اس ضمن میں مسلمان اہل قلم اور سخنوروں کے ادبی کارناموں کی تفصیل برِّصغیر کے مشہور محقق و ادیب ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخِ ادب اردو میں جناب حامد حسین قادری نے ''داستانِ تاریخِ اُردو'' میں اور جناب ڈاکٹر ابوسعید نورالدین نے ''تاریخِ ادبیاتِ اُردو'' میں مطالعہ کی جاسکتی ہے۔ جو نہایت معلومات افروز اور سیر حاصل ہے۔زیرِ نظر تحقیقی مقالہ میں ان قدیم اور ممتاز ہندو اور سکھ اربابِ ذوق اور اُردو ادب کے ''پرستاروں'' کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ جن کی علمی خدمات ہمیشہ آسمانِ ادب پر ستاروں کی طرح جگمگاتی رہیں گی۔ اور جوں جوں اردو کو نقشہ عالم میں وسعت وشوکت حاصل ہوگی ان کا نام بھی فضاؤں میں نئی شان سے شہرت پاتا رہے گا۔رڈاکٹر رام بابو سکسینہ کی کتاب میں بڑی شرح وبسط سے بتایا گیا ہے کہ برّصغیر کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ہندو یا سکھ اردو نوازوں نے اردو کا پرچم بلند سے بلند کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت کیا ہو۔مثلاً دکن میں مہاراجہ چندولال، راجہ گردھاری پرشاد باقی، مہاراجہ سرکشن پرشاد، ،دہلی میں پروفیسر رامچندر پروفیسر ریاضی دہلی کالج، لالہ سری رام ایم اے دہلوی، منشی ہرگوپال، نہال چند، فیض آباد پنڈت منوہر لال زتشی، کانپور میں منشی دیارائن نگم، سیتاپور میں جوالا پرشاد برق، لکھنو میں پنڈت رتن ناتھ سرشار پانڈے پور، (بنارس) بنارس میں دھنپت رائے پریم چند، الہ آباد میں چرن جی لال،، بدایوں میں منشی پرشاد سحر، آگرہ میں ماسٹر بنسی دھر پنڈت گوراج کشوردت اور لاہور میں پنڈت ہری چند اختر دیوانمرناتھ اکبری، پنڈت رادھا کشن، پنڈت شیونرائن شمیم، لالہ لاجپت رائے منشی، سورج نرائن مہر، وغیرہ اہلِ قلم پیدا ہوئے ۔(نقوش لاہور نمبر جولائی 1962 ص 949.916)

چھاپہ خانے۔مطبع نولکشور لکھنو کے مالک منشی نولکشور صاحب کو (سی آئی اے) متوطن بستو ضلع علی گڑھ (1895.1936) بھی ہمیشہ عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔جن کے مطبع نے ہزارہا اردو، عربی، فارسی، سنسکرت اور ہندی کا بیش بہا لٹریچر شائع کرنے کا جنوبی ایشیا میں ایک مثالی ریکارڈ قائم کیا۔اس شاندار روایت کو منشی نولکشور آنجہانی کے لائق و ہونہار فرزندوں منشی پراگ نرائن صاحب اور منشی بشن نرائن صاحب بھارگو نے پوری شان سے قائم رکھا۔اور اردو کی خوب خدمت کی اس کے علاوہ بھائی بہادر سنگھ کے وزیر ہند پریس نے تواریخ گور و خالصہ مولفہ گیانی گیان سنگھ ہی نہیں اور بہت سارا لٹریچر شائع کیا۔اسی طرح جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب متی بازار لاہور کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے اردو رسم الخط میں نہایت دیدہ زیب

طباعت اور کتابت سے آراستہ و پیراستہ ”سری گورو گرنتھ صاحب آد“ شائع کیا۔ اور حاشیہ میں سینکڑوں گورو مکھی الفاظ کے اردو معانی بھی زیبِ قرطاس کر کے اُردو دان طبقہ کو اس سے استفادہ کی راہیں آسان کر دیں۔ علاوہ ہندو لٹریچر کے یہ قدیم و قیمتی اور نایاب نسخہ بھی موجود ہے۔

تراجم مذہبی کتب۔ اُردو زبان میں وید کے تراجم بھی ایک ادبی کارنامہ ہے۔ چنانچہ سام وید، یجر وید، رگ وید، بھومکا اور الکھ پرکاش کو اُردو میں بالترتیب انند سروپ، دھرم پالی، رام جگن ناتھ، رام موہن اور کنھیا لال نے منتقل کیا۔ اسی طرح آتما لال نے کلنکی پران کا، رگھو لال نے ماکنڈی پران کا، اتم پران کا دیوان ن چند نے، وشنو پران کا، پنڈت امرناتھ مدن دہلوی نے، شیو پران کا سیوا سنگھ نے اور گنیش پران کا (منظوم) اردو ترجمہ شنکر دیال نے کیا۔ ویدک شاستر کے مترجم بہاری لیل اور مجموعہ اپنشد کے بابو بہاری لال تھے۔ موسمرتی کے تراجم، ماسٹر آتمارام، دھرم پال رام بھروسہا سوامی دیال اور کرپا رام شرما جگرانوی کے قلم سے شائع ہوئے۔ بھگوت گیتا کے بہت اردو تراجم ہوئے۔ چند مترجمین کے نام یہ ہیں۔ آتمارام، دوارکا پرشاد اُفق، رام سہائے تمنا، جانکی داس دہلوی، سوامی دیال شیام سندر لال، پربھو دیال عاشق، شنکر دیال فرحت،، بشیشور پرشاد لکھنوی و منظوم ترجمہ، مہا بھارت اور رامائن کے بھی بیسویں صدی میں اُردو تراجم اشاعت پذیر ہوئے اور اُردو کے شائقین میں بہت مقبول ہوئے۔ پچھلی صدی میں سکھ مت کا اُردو لٹریچر بھی نہایت کثرت سے چھپا۔ اور خصوصاً پنجاب میں بہت ذوق شوق سے پڑھا گیا۔ مثلاً تاریخ دربار صاحب امرتسر (مولفہ سردار ادھم سنگھ) پوتھی شبد نادین محل (تیجا سنگھ سوڈھی) دھرم بچار (جواھر سنگھ) سکھ مت کی تعلیم (دلجیت سنگھ کنور) گرو گوبند سنگھ کا جیون چرتر (دولت رائے) عطر روحانی ترجمہ جپ جی (سردار عطر سنگھ) سچا بلیدان (گوپال سنگھ) گورو ارجن مہاراج کی سوانح عمری (مطبوعہ نولکشور) سکھوں کا روحانی انقلاب (لابر سنگھ)(

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو قاموس الکتب اردو ص 1172.1101ء ناشر انجمن ترقی اردو پاکستان اردو روڈ کراچی۔ اشاعت اول جون 1961ء)

اُردو صحافت کے شاہکار۔ اب ہم متحدہ ہندوستان کی اردو صحافت پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو ہندو اور سکھ دونوں تاریخی قوموں کی اُردو نوازی کا ایک نیا اور حیرت انگیز باب کھل جاتا ہے۔ تاریخ ہند سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملک میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدِ حکومت میں 1832ء سے 1939 (دوسری جنگ عظیم تک) جاری ہونے والے اخبارات و رسائل (مع ان کے مالکان یا مدیران کا تذکرہ کیا جاتا ہے (ماخذ:۔ ”صحافت پاکستان و ہند میں“ تالیف ڈاکٹر عبدالسلام خورشید۔ ناشر مجلس ترقی ادب لاہور۔ پنجاب میں اردو صحافت کی تاریخ مرتبہ ڈاکٹر مسکین علی حجازی ناشر سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور 1977ء) 1822ء جامِ جہاں نما (کلکتہ) مدیر منشی سدا سُکھ۔ 1845ء قران السعدین (دہلی) رائے بہادر پنڈت دھرم نرائن، فوائد الناظرین (دہلی) ماسٹر رام چندر پانی پت بنارس اخبار (بنارس) گووند رگھوناتھ۔ 1846ء تخیالی (لکھنو) منشی خیال رام۔ 1847ء محبّ وطن ماسٹر رام چندر۔ روائد الشائقین (دہلی) پربھو دیال، بنارس گزٹ (بنارس) بابو رگھوناتھ ٹھاٹھے۔ گوالیا اخبار (گوالیار) خیراتی لال۔ 1850ء زائرین ہند (آگرہ) مالک لالہ ہربنس رام پنجاب (گجرانوالہ) ہفت روزہ ایڈیٹر سکنڈ مل۔ 1852ء نور مغربی (دہلی) ایڈیٹر بلور سنگھ۔ گوالیار اخبار (گوالیار) چھمن داس۔ 1853ء آفتاب ہند (بنارس) پہلے ایڈیٹر

پرکاش داس پھر بابو نور علی نور(سیالکوٹ) منشی دیوان چند۔1859ء۔چشمہ فیض گوبندر ناتھ سیالکوٹ منشی دیوان چند۔ 1860ء گنجِ شائگان (لاہور) جاری کردہ منشی ہرسُکھ رائے مدیر پنڈت سورج بھان۔1861ء خیر خواہ ''پنجاب'' مدیر منشی گیان چند شوق۔1866ء آفتاب پنجاب (لاہور) دیوان بوٹا سنگھ۔ستارہ ہند(سیالکوٹ) منشی دیوان چند، ماہنامہ کوہِ طور(گوجرانوالہ) منشی دیوان چند ماہنامہ مجمع العلوم چشمہ فیض (گجرانوالہ) منشی گیان چند۔1870ء اتالیق پنجاب، ایڈیٹر منشی پیارے لال۔1880ء وکٹوریہ پیپر(سیالکوٹ) مدیر منشی گیان چند۔1884ء آئینہ ہند(لاہور) رنگی رام کی زیرِ ادارت 1885ء شیخ چلی (لاہور) مان سنگھ 1891ء سیالکوٹ پیپر (سیالکوٹ) مالک و مدیر ٹوڈر مل۔1895ء پنجاب آرگن (وزیرآباد) دیوان آتما۔1905ء انڈیا اور پٹوار گزٹ، ایڈیٹر شمشیر سنگھ بی اے۔1913ء ٹمپرنس گزٹ ماہنامہ (گجرانوالہ) میالا سنگھ سنسار۔1914ء ہفت روزہ کھشتری (گجرانوالہ) مالک و مدیر سیٹھ چرن داس۔

1918ء ماہنامہ حکمت سنیاس (گجرانوالہ) مدیر لکھمن سنگھ گجرانوالہ وار گزٹ (گجرانوالہ) لالہ خوشی رام ہیڈ ماسٹر۔1919ء پرتاب (لاہور) مہاشہ کرشن۔1920ء بندے ماترم (لاہور) لالہ لاجپت رائے۔ 1921ء روزنامہ کیسری (لاہور) شاملال کپور۔پریم بیلاس(گجرانوالہ) سرستامی متر سین۔

1922ء ہفت روزہ رام گڑھیاں شیر(گجرانوالہ) گوپال سنگھ رام گڑھی۔نہنگ (لاہور) مدیر ٹھاکر سنگھ۔1923ء ملاپ (لاہور) مہاشہ خوشحال چند خورسند سابق مدیر ''آریہ گزٹ''۔1924ء ریاست (دہلی) دیوان سنگھ مفتون۔1926ء ہفت روزہ پنجاب گزٹ ڈاکٹر دیال چند مالک مدیر صداقت(گجرانوالہ) گیانی جے سنگھ۔1928ء ویر بھارت (لاہور) سوامی گنیش دت گجرانوالہ گزٹ(گجرانوالہ) مدیر جہانگیر چند۔ 1930ء ندھڑک(گجرانوالہ) مدیر جہانگیر چند۔حقیقت مدیر جہانگیر چند رام لال ولد کرم چند مالک و مدیر۔رگڑا(گجرانوالہ) حویلی رام ولد مکند لال۔1931ء گورو نانک خالصہ کالج میگزین انگریزی۔ اردو ہندی اور گورمکھی پر مشتمل مجلّہ(گجرانوالہ) مدیر باوا نرائن سنگھ۔1932ء ڈسٹرکٹ گزٹ(گجرانوالہ) مدیر و مالک دیال چند پنجاب ایڈووکیٹ(گجرانوالہ) ڈاکٹر دیال چند۔اکالی گزٹ(گجرانوالہ) ٹھاکہ سنگھ۔تجارت(گجرانوالہ) مالک و مدیر رام لعل۔ملاپ خالصہ(گجرانوالہ) ایشر سنگھ۔

1933ء پنجاب موٹر گزٹ(گجرانوالہ) دیال چند۔ماہنامہ برہمن سندیش(گجرانوالہ) رام لعل۔ دیہات سدھار(گجرانوالہ) بیدی شیر سنگھ انسپکٹر آف سکولز۔ نشان خالصہ(گجرانوالہ) ٹھاکر سنگھ۔ 1934ء ہندو ہیراڈ ہندو ملاپ(گجرانوالہ) ڈاکٹر دیال چند۔1935ء روزنامہ ہندو(لاہور) بھائی پرمانند ہندو سبھائی لیڈر۔ڈسٹرکٹ گزٹ(گجرانوالہ) ڈاکٹر دیال چند۔جوبلی (گجرانوالہ) سرداری لعل۔1936ء سیوک(گجرانوالہ) اننت رام نارنگ۔1937ء پریم(گجرانوالہ) ہنس راج وید۔منزل (گجرانوالہ) مدیر و مالک رام لبھایا۔ خالصہ(گجرانوالہ) کرتار سنگھ مالک و مدیر۔منشی فاضل ایس طالب مدیر تھے ۔انکم ٹیکس گزٹ(گجرانوالہ) ڈاکٹر دیال چند۔ماہنامہ حکیم(گجرانوالہ) ڈاکٹر کرم چند مالک و مدیر۔1939ء ماہنامہ رنجیت(گجرانوالہ) بلبیر سنگھ گیانی۔ماہنامہ راجپوت (گجرانوالہ) سوہن لال سوہترہ۔(ماخوذ)

جون ایلیا

کربِ غم شعور کا درماں نہیں شراب
یہ زہر بے اثر ہے اسے پی چکا ہوں میں
اے زندگی بتا کہ سرِ جادۂ شباب
یہ کون کھو گیا ہے کسے ڈھونڈتا ہوں میں
اے وحشتو! مجھے اُسی وادی میں لے چلو
یہ کون لوگ ہیں کہاں آگیا ہوں میں

نورالجمیل نجمی

بہت اُجاڑ سی کہتی ہے اک زمیں مجھ میں
وہ اک اشک تھا جو ڈھل گیا کہیں مجھ میں
میں اُس کے دھیان سے باہر یہ اُس کی یاد میں گُم
یہ میرا دل ہے کہ دُشمن ہے جا گزیں مجھ میں
جہاں جہاں بھی سُلگتا ہے تیری یاد کا لمس
اُبھر رہے ہیں ترے خال و خد وہیں مجھ میں
میں اپنے سائے سے ڈرتا ہوں اس لئے نجمی
کہ اس کی چھاؤں ہے اُس کی جو اب نہیں مجھ میں

سیدمعراج جامی

اپنے لہجے کو نہ یوں تلوار کر
ہاں لبِ شیریں سے کچھ گفتار کر
ذہن تو واقفِ افکار کر
زندگی کو وقت کا شہکار کر
حوصلہ دے اناالحق کا مجھے
اور پھر رسوا سرِ بازار کر
سوتے جاتے ہیں نقوشِ دوستاں
پھر کسی صورت انہیں بیدار کر
زندگانی کو سمجھنے کے لئے
راحتوں کو واقفِ آزار کر
اس محبت میں مزہ کچھ اور ہے
وہ کرے اقرار، تُو انکار کر
دوستوں پر آ نہ جائے کوئی حرف
سامنے آکر تو مجھ پر وار کر
چھوڑ دے سود و زیاں کا مسئلہ
تو عبادت ہی سمجھ کر پیار کر
سوچ کچھ جامؔی زمانے کے لئے
زندگی کو نقش بر دیوار کر

عاصی صحرائی

جنوں کی جو یہ ابتدا ہو رہی ہے
تو پھر ظلم کی انتہا ہو رہی ہے
کی امید کیوں یزیدیوں سے
خدایا یہ ہم سے خطا ہورہی ہے
انساں کے خوں کا پیاسا ہے انساں
یہ اُمتِ مسلمہ اُمتِ شیطاں ہو رہی ہے
کیا سجدہ گولیوں کی بوچھاڑمیں بھی
نمازِ محبت ادا ہو رہی ہے
شہادت یہ عاصؔی مطیعانِ وفا کی
تمنائے اہلِ وفا ہو رہی ہے

عبدالکریم قدسی

ڈالروں کی دوڑ اتنی تیز ہے
خالی خالی ناشتے کی میز ہے
لہلہائیں اشک کی فصلیں بہت

درد کا رقبہ بہت زرخیز ہے
وصل کی اپنی جگہ خوشبو، مگر
ہجر کا موسم قیامت خیز ہے
ہر مزارع کو سمجھتا ہے غلام
ہر وڈیرہ فطرتاً انگریز ہے
مسکراہٹ میں چھپی ہیں رنجشیں
اس کا غصہ بھی تو معنی خیز ہے
جب کھِلے گی تو قیامت ڈھائے گی
یہ کلی غم کی ابھی نو خیز ہے
سانحہ نو کا متحمل نہیں
غم کا پیالہ صبر سے لبریز ہے
اس کا چپ رہنا بھی قدسی ہے غضب
گفتگو بھی اس کی دلآویز ہے

تقسیم ہند سے قبل مشاہیر کرام اور اُردو زبان

رانا عبدالرزاق خاں

بعض مشاہیر نے اُردو زبان کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ چند ایک ملاحظہ ہوں۔ا۔رائٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو۔اُردو زبان ہندو مسلمانوں دونوں کو اپنے آبا و اجداد سے مشترکہ و مقدس ترکے کی حیثیت سے ملی ہے جو قطعاً ناقابلِ تقسیم ہے۔۲۔پنڈت جواہر لال نہرو۔اُردو زبان کو مسلمانوں کی زبان قرار دینا بے معنی بات ہے۔اُردو زبان سرزمینِ ہند میں پیدا ہوئی۔۳۔رائٹ آنریبل سری نواس شاستری۔مدراس کے ایک کالج میں ایک قومی زبان کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے موصوف نے فرمایا۔بہت سی مادری زبانوں کی بھیڑ سے قومی زندگی کی سرسبزی کی کھنڈت ہے۔اس میں شک نہیں ہے کہ ہندوستانی اُردو کبھی نہ کبھی یہ حیثیت حاصل کر لے گی۔۴۔مسٹر گارسنو تاسی۔یورپین سیاح۔اُردو زبان نے سارے ہندوستان میں وہی مرتبہ حاصل کیا ہے۔جو فرانسیسی زبان نے یورپ میں۔یہی وہ زبان ہے جو سب سے زیادہ استعمال میں آتی ہے۔عدالتوں اور شہروں میں اسی سے کام لیتے ہیں۔

۴۔سرہنری گڈنی۔۔بے شک کامل غور کے بعد میری یہ رائے ہے کہ انگریزی کے بعد اُردو ہی ہندوستان کی لنگوا فرینکا ہے۔مجھے تو مشرق و مغرب کی تمام زبانوں میں اُردو سب سے پیاری لگتی ہے۔۵۔سر آر و شیر و لال۔جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد دکن) میں آپ نے ایک ایسے کام کا بیڑا اُٹھایا ہے اور اس میں بڑی حد سے کامیابی حاصل کر لی ہے۔جو اس ملک کی تعلیمی تاریخ میں بے مثل ہے۔غیر زبان میں تعلیم دینے کے نظام کی خامیوں کو پورا کرتے ہوئے مثلاً طلباء کے حافظے پر بے جا بار پڑنا۔جدّت کا پامال ہونا،تعلیم یافتہ جماعتوں اور عوام میں ایک ناقابلِ عبور خلیج کا حائل ہونا،آپ ایک ایسی جامعہ کا قیام عمل میں لائے جس کا ذریعہ تعلیم اُردو ہے۔یہ آپ کی وسیع النظری اور اعلیٰ ہمتی کی دلیل ہے۔آپ نے نہ صرف طلباء کو غیر زبان کے جوئے سے آزاد کیا ہے۔ بلکہ اُردو زبان اور ادب کو پروان چڑھانے میں ایک زبردست تحریک عمل بہم پہنچائی ہے۔۶۔سر پرشوتم داس ٹھاکر داس۔جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد دکن) تمام ہندوستان میں میں اپنی قسم کا واحد اور کامیاب تجربہ ہے۔جہاں ایک ہندوستانی زبان ذریعہ تعلیم ہے۔۷۔پنڈت برج موہن وتاتریہ کیفی۔یہ شرف اُردو زبان ہی کو حاصل ہے کہ وہ بلحاظ جغرافیائی ہندوستان کے ہر حصہ ملک کا مشترکہ سرمایہ ہے۔اور اس زبان کی بڑی خصوصیت یہ ہے۔کہ ہندو مسلم تمدن کے امتزاج سے

پیدا ہوئی ہے۔۸۔ڈاکٹر تاراچند سیکٹری ہندوستانی اکادمی۔" ہمیں تمام زبانوں پر ایک نظر ڈالنی چاہیئے۔ ادبی ہندوستان میں جو زبانیں رائج ہیں وہ ایسی ہیں۔کہ کل ہندوستان کی زبانیں نہیں بن سکتیں۔ کیونکہ ان میں اتنی لچک نہیں ہے۔شمالی ہندوستان کی تمام زبانوں میں کچھ تو مقامی ہیں۔جیسے پنجابی وغیرہ اور کچھ ایسی ہیں جو ہر جگہ بولی اور سمجھی نہیں جاتیں۔اس لئے تمام لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ اردو ہی سارے ہندوستان کی زبان بن سکتی ہے اس میں بڑی استعداد اور لچک ہے اردو کو ترقی دینے کے لئے دونوں قوموں کو یکساں کوشش کرنا چاہیئے ۔۹۔سررادھا کرشن (وائس چانسلر جامعہ بنارس)"ہندوستانی اردو کو ہندوستان کی عام زبان بنانے کی ملک کے گوشے گوشے میں مختلف کوشش کی جارہی ہے۔لیکن یہ حقیقت باعثِ دلچسپی ہوگی کہ جامعہ عثمانیہ میں مادری زبان ہندوستانی جو ملک کی عام زبان ہے ان کے حصول کے تشفّی بخش مواقع موجود ہیں۔ان گراں قدر تجربات سے ہندوستان کے مختلف حصوں میں مستفید ہونے کا موقع ملے گا۔"

۱۰۔مسٹرراج گوپال اچاری۔حیدرآباد نے اردو زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دے کر ہندوستان کی مشترکہ زبان کی نہایت اہم خدمت انجام دی ہے۔اور اردو میں تعلیم دینے کا یہ کامیاب تجربہ عزم و ہمت کا اُن کا کارنامہ ہے۔جس کے کل ہند ہونے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے "۔۱۱۔پنڈت رگھو پتی سہائے فراقؔ (گورکھپور)۔اردو کا مستقبل اب تاریک نہیں۔وہ اس ہندوستانی کی شکل میں جو دراصل اردو ہی سارے ہندوستانوں کے لئے باہمی ربط کا ایک موثر اور لازمی ذریعہ ثابت ہوگی۔ ہندوستان سے باہر بھی اردو کو ایک خاص درجہ حاصل ہے۔۱۲۔رائے بہادر بابو رام کول (ساہی) اُردو مسلمانوں کی زبان ہے۔اور ہندی ہندوؤں کی،ایسا کہنے والوں کو میں ملک اور وطن کا دشمن سمجھتا ہوں۔اور اس کو سیاسی مصلحتوں کی بھینٹ چڑھا دینا ملک اور قوم کے ساتھ ایسی غداری ہوگی جس کو مورخ ذلیل ترین عنوانات سے تاریخ کے صفحات میں پھیلائے گا۔"

۱۳۔جناب بھگوت شرن اوپادھیائے۔اُردو زبان ہندو مسلمانوں کے پُر محبت تعلقات کی یادگار ہے۔لیکن افسوس ہے کہ آج کچھ لوگ فرقہ وارانہ تعصّب سے اس قدر مدہوش ہورہے ہیں ۔کہ اُردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دے کر اسے صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔اور اس کی جگہ وہ عجیب وغریب زبان رائج کرنا چاہتے ہیں۔جو سر تا سر نا قابل فہم الفاظ پر مشتمل ہے۔

۱۴۔پروفیسر آر سبا راؤ۔زبان کسی ملک کی زندگی کی روح ہوتی ہے ۔اُردو مشترکہ زبان کو اس وسیع ملک تمام طول وعرض میں آسانی کے ساتھ بولی اور سمجھی جاتی ہے ۔قومی اتحاد کو مضبوط بنایا جا سکتا ہے ۔"(رسالہ ہماری زبان دہلی یکم مئی 1945 ص ۹)

مصطفٰے زیدی

تیرے چہرے کی طرح اور مرے سینے کی طرح
میرا ہر شعر دمکتا ہے نگینے کی طرح
پھول جاگے ہیں کہیں تیرے بدن کی مانند
اوس مہکی ہے کہیں تیرے پسینے کی طرح
اے مجھے چھوڑ کے طوفان میں جانے والی
دوست ہوتا ہے تلاطم میں سفینے کی طرح
اے میرے غم کو زمانے سے بتانے والی
میں تیرا راز چھپاتا ہوں دفینے کی طرح
تیرا وعدہ تھا کہ اس ماہ ضرور آئے گی
اب تو ہر روز گزرتا ہے مہینے کی طرح

فیض احمد فیض

دونوں جہاں تیری محبت میں ہار کے
وہ جارہا ہے کوئی شبِ غم گزار کے
ویراں ہے میکدہ،خُم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے
اک فرصت گناہ ملی تو وہ بھی چار دن
دیکھے ہیں ہم نے حوصلے پروردگار کے
دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کردیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غمِ روزگار کے
بھولے سے مسکرا تو دیے تھے وہ آج فیض
مت پوچھ ولولے دل ناکردہ کار کے

عدیم ہاشر

پتھر ہے تیرے ہاتھ میں یا کوئی پھول ہے
جب تو قبول ہے تیرا سب کچھ قبول ہے
پھر تو نے دے دیا ہے نیا فاصلہ مجھے
سر پر ابھی تو پچھلی مسافت کی دُھول ہے
تُو دل پہ بوجھ لے کے ملاقات کو نہ آ
ملنا ہے اس طرح تو بچھڑنا قبول ہے
تُو یار ہے تو اتنی کڑی گفتگو نہ کر
تیرا اصول ہے تو میرا بھی اصول ہے
لفظوں کی آبرو کو گنواؤ نہ یوں عدیمؔ
جو مانتا نہیں اُسے کہنا فضول ہے

جمیل الرحمٰن

خوفِ حساب بے طرف ہم نے حساب دے دیا
دل نے شکست مان لی اُس نے جواب دے دیا
آئینے کے اُدھر بھی ہوں ،آئینے کے اِدھر بھی ہوں
میرے سخی یہ کیا کیا کیسا یہ خواب دے دیا
ہم تو بچھڑ گئے کہیں لیکن وہیں رہی زمیں
تینوں کو آسماں نے کیوں یکساں عذاب دے دیا
کیسا عجیب شخص تھا کہ کوئے بہار سے اُدھر
شہرِ خزاں کے موڑ پر اُس نے گلاب دے دیا
مدت ہوئی جمیلؔ تم ایک غزل بھی نہ کہہ سکے
پھر آج کیا ہوا کہ یوں اک نقشِ تاب دے دیا

پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی کا تبصرہ۔۔۔۔برائے آدم چغتائی

گلوں کی خوشبو

آدم چغتائی سے میرا تعارف پانچ چھ برس پہلے ہوا۔ان سے گفتگو ہوئی تو محسوس ہوا کہ ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو،ان کی گفتگو میں خلوص ومحبت کا رچاؤ،اوران کے کلام میں آگہی کی جھلک موجود ہے۔حیرت ہے کہ انگلستان جیسے سرد ملک میں رہ کران میں خلوص ومحبت کی گرمی کیسے قائم ہے۔پھران کے خاندان کا علم ہوا تو حیرت جاتی رہی۔حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ نہ صرف کتب میں پڑھا تھا بلکہ ان کے دیدار سے مشرف ہونے کا موقع بھی ملا ہے ۔اگرحضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کے خلف الرشید کے کلام میں زخمی دلوں پہ مرہم رکھنے کی تاثیر نہ ہوتی تو اور کیا ہوتا۔آدم چغتائی نے اپنے والد کی حکمت کے ورثہ کو"من الشعر حکمۃ" والی حکمت میں بدل دیا ہے۔انگلستان کے ادبی حلقوں سے میرا پہلا تعارف ساقی فاروقی جیسے شاعر سے ہوا۔جو شاعر نہیں قیامت ہیں۔پھر بخش لائلپوری سے رابطہ ہوا۔وہ قیامت تو نہیں ،حشر اُٹھانے میں یدِطولیٰ رکھتے ہیں۔پھر عزیزی ارشد لطیف سے جان

پہچان ہوئی، گویا ہم نے انگلستان کے سارے رنگوں سے آگاہی حاصل کر لی ۔ہم نے ہر حلقہ کو آدم چغتائی کا گرویدہ پایا ۔ آدم چغتائی کے کلام میں وہی سادگی ہے جوان کے ترنم میں ہے۔ یعنی تکلّف اور تصّنع سے مبرّا ہے۔بات کہنے میں انہیں کوئی جھجک نہیں ہوتی۔کیونکہ جسے ٹھیک سمجھتے ہیں ٹھیک سے کہہ دیتے ہیں۔فی زمانہ سچ بولنا بڑا مشکل کام ہے۔آدم چغتائی نے سچ کو پہچانا ہی نہیں، سچ کا کہنا بھی سیکھا ہے۔ان کے ہاں ایچ پیچ بھی نہیں۔ سیدھے سبھاؤ بات کہنے کی لگن ہے۔ان کے بعض اشعار تو سہلِ ممتنع سے جاٹکراتے ہیں۔کہیں کہیں تشبیہات و استعارات میں کچھ مشکل پسندی درآئی ہے۔مگر آدم چغتائی بڑی چابکدستی سیاپنا دامن بچا کر نکل جاتے ہیں۔یہ رویہ وہ شاعر اختیار کرسکتا ہے جسے اپنی بات کہنی ہو۔اور بات کہنے میں اسے کوئی تامّل یا خوف ہو۔ اور محبت اور نفرت ہر چیز کے لئے تیار ہو ۔

دل انساں تللّوں میں بہت مشہور ہے یارو
کبھی اُلفت کبھی نفرت کی حالت دیکھنی ہوگی
اک زمانہ تھا کہ تھی کونین پر نظر اپنی
اک زمانہ یہ کہ خود اپنی خبر ہوتی نہیں

امید ہے آدم چغتائی کا کلام اپنے پڑھنے والوں کو گرماتا رہے گا اور ان کے ذہنوں کو نت نئی رنگا رنگ کیفیتوں سے آشنا کرتا رہے گا۔

مبارک صدیقی ....مزاحیہ کلام

اخبار میں لکھے ہیں یہ حالات وغیرہ
اک قوم کے لیڈر نے حکومت سے کہا ہے
ہم سے بھی کریں آکے ملاقات وغیرہ
قومی جو خزانہ ہے ہمیں بھی تو دکھائیں
آخر ہے کوئی چیز مساوات وغیرہ
اخبار میں لکھے ہیں یہ حالات وغیرہ
پولیس کو مطلوب ہیں اک مولوی صاحب
کہتے تھے دکھائیں گے کوئی کرامات وغیرہ
بس اک کرامت ہی دکھائی ہے انہوں نے
غائب ہیں بمع چندہ و صدقات وغیرہ
اخبار میں لکھے ہیں یہ حالات وغیرہ
ڈاکو نے کسی شہر میں شاعر کو ہے لوٹا
اس جرم میں پہنچا ہے حوالات وغیرہ
کہتا ہے وہ ڈاکو مرا جرم ہی کیا ہے؟
شاعر کے لفافے میں تھے جذبات وغیرہ
اخبار میں لکھے ہیں یہ حالات وغیرہ
خاتون نے شوہر کو زدو کوب کیا ہے
پولیس نے لکھے ہیں بیانات وغیرہ
شوہر نے تمانچے کی فقط دھمکی ہی دی تھی
خاتون نے توڑی ہے مگر لات وغیرہ
کچھ روز رہیں آپ بھی محتاط وغیرہ
اخبار میں لکھے ہیں یہ حالات وغیرہ

دُنیا کی چند بڑی مساجد۔۔۔فراز حمید خاں

۱۔خانہ کعبہ۔۔مکہ۔۔۔ایک لاکھ پچاس ہزار افراد
۲۔مسجد نبوی۔۔مدینہ۔۔۔سات لاکھ اٹھانوے ہزار افراد
۳۔مسجد المکہ۔۔ملائشیا۔۔پانچ لاکھ اڑتیس ہزار افراد۔
۴مسجد صدیق اکبر۔۔فرانس۔۔۔چار لاکھ پچانوے ہزار افراد۔۵ جامعہ عمر فاروق۔۔یو ایس اے۔۔۔چار لاکھ پچاس ہزا افرادر۔۔۔۶۔اسلامک ریسرچ سنٹر یو کے۔۔چار لاکھ تیس ہزار افراد۔۷۔تاریخی مسجد۔۔انڈیا۔۔۔چار لاکھ افراد۔شاہ فہد مسجد

۔۔سعودی عرب۔۔۔تین لاکھ ستر ہزار۔۸۔شاہ فیصل مسجد اسلام آباد۔۔دو لاکھ پچانوے ہزار افراد۔۹۔جامعہ مسجد عثمانی۔۔دو لاکھ تہتر ہزا افرادر ۔۱۱۔مسجد اقصیٰ ربوہ پاکستان۔۔ایک لاکھ افراد۔۱۲۔مسجد بیت الفتوح مورڈن لندن۔۔۔دس ہزار افراد مسقّف حصے میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

ٹلہ جوگیاں۔اعزاز لطیف خاں

ٹلہ جوگیاں، سلسلہ کوہ نمک پاکستان کا ایک اہم پہاڑ ہے۔اس کی بلندی 3200 فٹ ہے۔اس کی چوٹی پر ہندوؤں کے مندر اور پانی جمع کرنے کے تالاب ہیں۔سکندرِ اعظم ،مغل بادشاہ جہانگیر، گورو نانک، اور رانجھا یہاں آئے یہاں سے جہلم 30 کلومیٹر دور اور قلعہ رہتاس 5 کلومیٹر دور ہے یہ ایک پُر فضا مقام ہے اس کی چوٹی پر خستہ کھنڈرات ہیں جو کہ ایک قدیمی خانقاہ کی باقیات ہیں یہاں تک پہنچنے کے دو ہی راستے ہیں ایک جیپ کا راستہ بذریعہ قلعہ رہتاس ہے۔اور بھی راستے مختلف اطراف سے ہیں جہاں سے یاتری صدیوں سے بیساکھی کے میلے پر یہاں پہنچتے ہیں۔

ابنِ صفی۔۔۔شیراز وحید خاں

ابنِ صفی کا اصل نام اسرار احمد تھا۔آپ اُردو ادب کے نامور ناول نگار اور شاعر تھے۔آپ کے تحریراتی کاموں میں جاسوسی دنیا اور عمران سیریز شامل ہیں۔اس کے علاوہ آپ افسانے اور طنز و مزاح بھی لکھتے تھے۔ابنِ صفی 26 جولائی 1928 کو الہ آباد، اُتر پردیش کے ایک گاؤں نارا میں صفی اللہ اور نذیراں بی بی کے گھر پیدا ہوئے۔انہوں نے ابتدائی تعلیم نارا کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔میٹرک ڈی اے وی اسکول الہ آباد سے کیا۔جبکہ انٹرنیٹ کی تعلیم الہ آباد کے ایونگ کرسچن کالج سے مکمل کی۔ 1947ء میں الہ آباد یونیورسٹی میں بی اے میں داخلہ لیا۔بی اے کی ڈگری جامعہ علی گڑھ سے حاصل کی۔26 کو وفات پائی۔

بابر میزائل۔بابر میزائل پاکستانی کروز میزائل ہے ۔یہ ایک ایٹمی ہتھیار یا کسی عام بم سے 700 کلومیٹر دور اپنے دشمن کو نشانہ بنا سکتا ہے۔بابر کی رفتار 1200 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے۔اسے میزائل بردار گاڑی سے چلایا جا تا ہے۔مستقبل قریب میں اسے ہوائی یا بحری جہاز سے چلایا جا سکے گا۔کروز میزائل بابر امریکی ٹوماہاک میزائل کے مطابق بنایا گیا ہے ۔22 مارچ 2007ء کو پاکستان نے اس کا تجربہ کیا۔اسکی حد 700 کلومیٹر ہے۔

پانامہ نہر۔بلال افتخار خاں۔یہ وسطی امریکہ کے ملک پانامہ میں ایک بحری نہر ہے۔جس کے ذریعے بحری جہاز بحراوقیانوس اور بحر الکاہل کے درمیان سفر کر سکتے ہیں۔اس نہر کی تیاری انجینیر نگ کے منصوبہ جات کی تاریخ کا سب سے بڑا اور مشکل ترین منصوبہ تھا۔اس کی تعمیر سے علاقے میں جہاز رانی پر انتہائی مثبت اثرات مرتب ہوئے۔کیونکہ اس سے قبل جہاز برّاعظم جنوبی امریکہ کے گرد چکر لگا کر راس بارن سے بحرالکاہل میں داخل ہوتے تھے۔اسطرح نیو یارک سے سان فرانسسکو کے درمیان بحری فاصلہ دس ہزار کلومیٹر کم ہو گیا جو کہ پہلے 22 ہزار میل تھا۔اس نہر کی تعمیر کے دوران تقریباً 275000 مزدور ہلاک ہوئے۔

کرداری علوم۔راجہ منیر احمد Behaveioural Science کرداری علوم۔کی اصطلاح ایسے تمام علوم کا احاطہ کرتی ہے۔جن میں فطری دنیا میں موجود جانداروں کی سرگرمیوں اور ان کے مابین تعاملات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ان علوم میں انسانی اور حیوانی روّیوں کا مطالعہ کرنے کے لئے انہیں اُن کے اپنے ماحول

میں بھی دیکھا جاتا ہے۔اور مختلف مظاہر کی تشریح اور مفروضوں کی پرکھ کے لئے تجربہ گاہ میں کنٹرولڈ ماحول کے تجربات بھی کئے جاتے ہیں۔دونوں طرح کی تحقیق سے حاصل ہونے والے مواد کو سائنسی انداز میں مرتب کرنے کے بعد نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔کرداری علوم اور سماجی علوم دونوں کا تعلق روّیے کے باضابطے مطالعے سے ہے۔لیکن روّیے کے مختلف پہلوؤں کے سائنسی تجزیاتی لیول کا فرق انہیں باہم ممیّز کرتا ہے۔بنیادی طور پر کرداری علوم میں سماجی نظام میں موجود جانوروں کے مابین ابلاغی حکمت عملی اور فیصلہ سازی کے عملوں کا مطالعہ شامل ہے۔ان علوم میں نفسیات اور سماجی عصبیات جیسے مضامین آتے ہیں۔

طنز و مزاح

استاد شاگرد سے: بتاؤ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے؟۔

شاگرد: جناب حسابی نظر سے تو دنیا میں ڈیڑھ ارب مسلمان ہیں لیکن فرقی نظر سے دنیا میں ایک بھی مسلمان نہیں۔اُستاد: یہ فرقی نظر کیا ہوتی ہے؟۔شاگرد: جناب ہر فرقے کے پاس ایک خاص قسم کی عینک ہوتی ہے جسے لگاتے ہی اپنے سوا سب مسلمان دائرہ اسلام سے باہر نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں اس نظر کو فرقی نظر کہتے ہیں۔

اسحاق ساجد جرمنی

لوگ کہتے ہیں محبت کا پیمبر مجھ کو
مار ڈالیں نہ کسی روز ستم گر مجھ کو
خود ہی پسپا ہوا اور دیتا ہے مجھ کو الزام
اب سزا دے گا یہ باغی مرا لشکر، مجھ کو
ہاتھ پہ اُس کے فقط پھول رکھا تھا میں نے
کر گیا زخمی اُسی ہاتھ کا پتھر مجھ کو
دیکھتا ہے وہ مجھے قہر بھری نظروں سے
جو محبت کا لگا تھا کبھی پیکر مجھ کو
بعد مدت جو ملا اس سے تو دل بھر آیا
وہ بھی رونے لگا سینے سے لگا کر مجھ کو
بے وفائی کی زمانے سے ہے نالاں ساجد
جس نے ماری تھی کبھی پیار میں ٹھوکر مجھ کو

انمول موتی۔۔۔۔۔۔فضل عمر ڈوگر

اللہ کے خوف سے علم اور عزت ملتی ہے۔

جب کسی عالم کو بادشاہ کے ہاں جاتا دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ چور ہے۔برداشت عقلمند آدمی کا وہ صبر ہے جس کا مظاہرہ وہ جاہل کی باتیں سننے کے وقت کرتا ہے۔آنسو بہاؤ اور خوب بہاؤ یہ سوچ کر نہیں کہ خواہشات پوری نہیں ہوئیں۔بلکہ یہ سوچ کر کہ ہم اپنی خواہشات کے کس قدر غلام ہیں۔

انسان کو دریا کی طرح سخی،سورج کی طرح شفیق اور زمین کی طرح فراخ دل ہونا چاہیئے۔دنیا نصیب سے ملتی ہے اور آخرت محنت سے۔لیکن لوگ محنت دنیا کے لئے کرتے ہیں اور آخرت کو نصیب پر چھوڑ دیتے ہیں مگر اصل بات تو یہ ہے کہ سب کچھ اللہ کے فضل سے ہی ملتا ہے۔عاجزی کا تعلق دل سے ہے نہ کہ ظاہری حرکتوں سے۔جب عالم کو ٹھوکر لگتی ہے تو اس سے اک دنیا کو ٹھوکر لگتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہر پرندے کو رزق دیتا ہے لیکن رزق اس کے گھونسلے میں نہیں پہنچاتا۔زبان میں کوئی ہڈی نہیں لیکن یہ پھر بھی کچل ڈالتی ہے۔جھوٹ بول کر جیت جانے سے بہتر ہے سچ بول کر ہار جاؤ۔

ہاتھوں کی لکیروں پر اتنا یقین مت کرو۔جن کے ہاتھ نہیں ہوتے اُن کی بھی قسمت ہوتی ہے۔

پاکستان کی ماڈرن ڈکشنری

کبوتر۔مغلیہ دور کا ریٹائرڈ ڈاکیا۔بجلی کا بل بول؛دل کے دوروں کو فروغ دینے والا

کاغذ۔دوپٹہ۔گلے میں لٹکانے والی ماڈرن رسی۔آئینہ۔سب سے بڑا چغل خور۔چڑیا گھر۔جہاں جانور انسانوں کا دیدار کرتے ہیں۔ڈاکٹر۔نئی بیماریوں کا موجد۔ہسپتال۔کھال اُتارنے کا بہترین مرکز۔کمپیوٹر۔یہی تو زندگی ہے۔

گدھا اور گھوڑا۔ایک دن برنارڈ شاہ نے کسی مزاح نگار کو تجویز پیش کی۔۔"آؤ ہم دونوں ملکر ایک کتاب لکھیں تاکہ مزاح دو آتشہ ہو جائے۔" اس ادیب نے جواب دیا مسٹر شا! کہیں گدھے اور گھوڑے کو بھی ایک جگہ جوڑا جاسکتا ہے۔شا نے جواب دیا۔بھئی یہ تجویز اگر پسند نہیں آئی تو نہ سہی۔لیکن مجھے خواہ مخواہ انسان سے گھوڑا کیوں بنا رہے ہو۔

دلچسپ اتفاق۔کون کہتا ہے کہ گزرا ہوا وقت واپس نہیں آتا۔جمعرات۔4.4.1991

جمعرات۔ 4 . 4 . 2 0 1 3 .

جمعرات۔6.6.1991۔جمعرات۔6.6.2013

جمعرات۔8.8.1991۔جمعرات۔8.8.2013۔

جمعرات10.10.1991

جمعرات۔10.10.2013

جمعرات۔12.12.1991۔جمعرات۔12.12.2013

جو کیلنڈر 1991 کا تھا وہی 2013 کا ہے۔تاریخ دن،تہوار بھی ایک ہی دن میں ہیں۔

مت جاؤ۔ ایسی جگہ جہاں برائیاں جنم لیں۔
مت بیٹھو۔جہاں غلاظت ہو۔
مت پیو ۔ایسی شے جو صحت کے لئے مضر ہو
مت سنو۔ایسی بات جو زندگی کو منتشر کردو۔
مت چنو۔ایسا پھول جو زندگی کو ویران کر دے۔
مت کھیلو۔ جس میں رسوائیاں ہوں
مت پہنو۔ جس سے بے جا زیبائش ہو۔
مت ملو۔اُسے جو ابن الوقت ہوں۔
مت چلو۔ اُن کے ساتھ جو راستہ میں دغا دیں۔

اللہ کا شہکار۔۔(ایک تخیّلاتی نظم۔مرکزی خیال،ماخوذ)

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد

جب اللہ نے ماؤں کی تخلیق کا سوچا
غور و فکر میں ڈوب گیا وہ
حیرت سے اُس روز فرشتے اپنے رب کو دیکھ رہے تھے
ارض و سما کا بننا بھی وہ دیکھ چکے تھے
چاند اور سورج،صحرا،جنگل،سات سمندر،سب کا بننا دیکھ چکے تھے
حرفِ "کُن" کے جادو سے وہ سب واقف تھے
حیراں ہو کر سوچ رہے تھے ،جانے اب کیا بننے کو ہے؟
پہلی بار فرشتوں نے بھی رب کو سوچوں میں گُم دیکھا
دم سادھے خاموش تھے سارے
حرفِ "کُن" پر کان لگائے،سر کو جھکائے
ایک فرشتہ ہمت کر کے دبے دبے لہجے میں بولا
فرشتہ:۔۔میرے آقا ! سب تقدیس تجھے زیبا ہے
حمد و ثناء کے لائق تو ہے
آدمؑ کی تخلیق سے بھی کچھ بڑھ کر شائد بننے کو ہے؟
خُدا :۔۔آدمؑ میری صورت پر تھا،یہ میری سیرت پر ہو گی
تم کو جو احکام دیئے ہیں،ان کو پھر اِک بار سمجھ لو
یہ جو شے بننے والی ہے،بہت نفیس اور پیچیدہ ہے
یہ بے مثل ہے --- کچھ کچھ مجھ سی
اس سانچے کو پھر سے ٹھوک بجا کر دیکھو

اس میں کافی لچک تو ہو، پر ربر کی نہ ہو
فرشتہ:۔۔ کیسے ٹھوک بجائیں اس کو؟ یہ نازک اور نرم بہت ہے
بالکل چھوئی موئی جیسی ،اس کے اندر شرم بہت ہے
خُدا :۔۔ شرم و حیا تو جزو ہے اس کا، یہ لازم ہے
دل پُر امن اور سادہ رکھنا، بالکل ایک کبوتر جیسا
پر جُرات ہو شیروں جیسی، تیز عقابی آنکھ ہو اس کی
عزم چٹانوں جیسا رکھنا اور وقار پہاڑوں جیسا
دل ہو اس کا ایک سمندر
جس میں ہر پل پیار کی شوریدہ سر لہریں ٹھاٹھیں ماریں
فرشتہ:۔۔اتنا کچھ نہ بھریئے اس میں، مجھ کو ڈر ہے ٹوٹ نہ جائے
خُدا :۔۔ جو کہتا ہوں کرتے جاؤ، اس کو تم مضبوط بناؤ
فرشتہ :۔۔آقا کیا انسان ہے یہ ؟ کچھ کھائے گی بھی ؟
بھوک اور پیاس لگے گی اس کو؟؟
خدا :۔۔بھوک تو اس کو لگتی ہو، پر بچے کُھچے پر جی سکتی ہو
صبر و محنت کر سکتی ہو ،خون جگر کا پی سکتی ہو
اپنے بچوں کی جانب سے ملنے والے دُکھ سہہ جائے
پر ماتھے پر شکن نہ لائے
اس کے بوسے میں کچھ ایسی طاقت رکھ دو
جو ٹوٹے، مایوس دلوں کو جیون بخشے
دل کا زخم ہو یا ماتھے کا ، اس کے بوسے سے بھر جائے
فرشتہ :۔۔ ظاہر میں یہ کیسی ہوگی؟؟ کیا یہ حُوروں جیسی ہوگی؟؟
خُدا:۔۔۔ کالی، گوری جیسی بھی ہو، روشن دل اور سُندر ہو گی
بے حد پاک پوتر ہو گی
ہاتھ تو اس کے دو ہی ہوں گے، لیکن یہ چھ ہاتھوں جتنا کام کرے گی
آنکھیں اس کی چار بنانا
دو چہرے پر ،دو دل میں ہوں
یہ بچوں کے چہرے اور دل یکساں پڑھ لے
بند کواڑوں کے پیچھے بھی تاک سکے یہ
اور تخیل سے آگے بھی جھانک سکے یہ
لازم ہے اس کی آنکھوں پر، بچوں کے سب راز سمجھنا
سادہ اور انجان سی لگنا ،لیکن ہر انداز سمجھنا
فرشتہ :۔۔آقا کیا یہ سوچ سکے گی؟
خُدا :۔۔بچوں کی ہر ایک بھلائی ،سب سے بہتر سوچ سکے گی
اس کے بچوں کو گر کوئی ،دشمن میلی آنکھ سے دیکھے
اس کی آنکھیں نوچ سکے گی
جو بھی کام بگاڑیں بچے، یہ محنت سے انہیں بنا دے
بچوں کا غُصہ سہہ جائے، صرف دُعا دے
اس کا دل اک بینک ہو ، جس میں سارے بچے
اپنے دکھ تکلیفیں جمع کرائیں
خوشیاں اور سُکھ کیش کرائیں
ایک زمانہ بیت گیا۔۔جب ختم ہوا یہ کام انوکھا
دیکھا ایک فرشتے نے کہ سارا سانچہ سوکھ چکا ہے
پر دونوں رخسار ہیں گیلے ۔۔۔وہ چلایا
فرشتہ :۔۔آقا ساری محنت غارت۔۔۔!
یہ سانچہ تو تڑخ گیا ہے
میں نے عرض کیا تھا آقا ،اس میں اتنا کچھ نہ بھریئے
خُدا :۔۔ (ہنس کر)سانچہ تو ثابت سالم ہے
اے میرے نادان فرشتے ۔۔۔۔ یہ آنسو ہیں
فرشتہ :۔۔آنسو ؟۔۔۔آنسو؟؟۔۔کیسے آنسو ؟؟؟
خُدا:۔۔یہ اِک ''ماں'' ہے۔اور ''ماں'' کی پہچان ہیں آنسو

یہ میرا شہکار ہے ہے عرشی،اور اس کا عنوان ہیں آنسو
آنسو اس کی طاقت بھی ہیں کم زوری بھی ہیں
آنسو اِس کی شدت بھی، شہ زوری بھی ہیں
دُکھ ، سُکھ ،مایوسی ،اُمیدیں
اس کے ہر اِک جذبے کا اظہار ہیں آنسو
مشکل جیون جینے کو درکار ہیں آنسو
فرشتہ :۔۔ میرے آقا آپ عظیم ہیں ۔حمد وثناء کے لائق ہیں
اس کے اندرخود مختاری اور انا بھی رکھنی ہے؟؟
خُدا :۔۔ نہ۔۔۔نہ۔۔۔نہ ۔۔۔یہ کام نہ کرنا
یہ اک ماں ہے، اس کو تو پل پل ہے مرنا
اس نے خود مختاری کر کے دنیا سے کیا لینا ہے
اس کے حصے میں دینا ہی دینا ہے
اس کے آنچل کے سایے میں شفقت اور محبت رکھ دو
اس کی بانہوں کے حلقے میں راحت رکھ دو
اس کے دل میں غم سہنے کی طاقت رکھ دو
اسکی قسمت میں بے نام مسافت رکھ دو
تھکے تھکے قدموں کے نیچے جنت رکھ دو

بیوی پاکستان گئی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔قیصر داوٗد

گھر کے کاموں سے گھبرا کر
اپنے جاب سے عاجز آ کر
چھ ہفتے کی چھٹی پا کر
کر کے گھر سنسان گئی ہے
بیوی پاکستان گئی ہے
سونے کے سیٹ بنوائے گی
شان مصالحے بھی لائے گی
سوٹ بہت سے سلوائے گی
سلک کے لے کر تھان گئی ہے
بیوی پاکستان گئی ہے
عیش کروں گی ماں کے گھر
کام کریں گے نوکر چاکر
کار میں لے جائے گا شوفر
لے کے یہ ارمان گئی ہے
بیوی پاکستان گئی ہے
پنوں عاقل میں چاچا ہے ہے
چھانگا مانگا میں تایا ہے
سب ہی سے مل کر آنا ہے
کے سارے پلان گئی ہے
بیوی پاکستان گئی ہے
بولی رہنا اچھے شوہر
دفتر سے سیدھے آنا گھر
جاتے جاتے ہاتھ میں دے کر
تسبیح اور قرآن گئی ہے
بیوی پاکستان گئی ہے
طرح طرح کے کھانے پکا کر
بھر ڈالا ہے سارا فریزر
تاکہ میں نہ کھاؤں باہر
کرکے یہ اطمینان گئی ہے
بیوی پاکستان گئی ہے
اک دن فون کیا اس کے گھر
بولے اس کے نانا اصغر

وہ تو لے کر سارا ٹبر
آج صبح ملتان گئی ہے
بیوی پاکستان گئی ہے
دھوپ اور گرمی سے آکر تنگ
میلا ہوا ہے سب چہرے کا رنگ
اپنی ایک سہیلی کے سنگ
وہاں سے وہ کاغان گئی ہے
بیوی پاکستان گئی ہے
آتی ہیں ای میل برابر
ایک ہی رٹ ہوتی ہے اکثر
بھیجو ڈالر بھیجو ڈالر
پھنس مشکل میں جان گئی ہے
بیوی پاکستان گئی ہے
لگتے ہیں بنکوں کے پھیرے
بھیجوں ڈالر شام سویرے
چہرہ پُر غم ہے اور میرے
ہونٹوں کی مسکان گئی ہے
بیوی پاکستان گئی ہے

قطعات آدم چغتائی

کیا درِ مولا خطا کاروں سے اتنا دور ہے
توبہ کرکے توڑنے کا اب دستور ہے
آنکھ کے قطرے گھٹن دل کی مٹاتے ہیں ضرور
خو گر غم ہو کے ہنسنے پر کوئی مجبور ہے

☆☆☆

امید کا دامن کبھی ہاتھوں سے نہ چھوڑو
تم آگے بڑھو ظلم کی گردن کو نہ مروڑو
مظلوم کی آہوں کی رسائی ہے فلک تک
رہتا ہے خدا دل میں، کسی دل کو نہ توڑو

☆☆☆

پھر بھنور میں ناچتا گاتا مرا یہ دل گیا
محوِ حیرت ہوں کہ قطرے کو سمندر مل گیا
چھم چھما چھم چھم چھما چھم پیار کی بارش ہوئی
دیکھتے ہی دیکھتے اس دل کا گلشن کھل گیا

☆☆☆

امید کا دامن کبھی ہاتھوں سے نہ چھوڑو
تم آگے بڑھو ظلم کی گردن کو مروڑو
مظلوم کی آہوں کی رسائی ہے فلک تک
رہتا ہے خدا دل میں کسی دل کو نہ توڑو

☆☆☆

قطعہ مرثیہ بیاد محمد ادریس چغتائی

راہِ عدم کے راہی تجھ پر ہر مشکل آساں رہے
انجانے رستوں کی تجھ کو بارِ خدا پہچان رہے
بچھڑ گیا ہے آج تو ہم سے پر دل یہ میرا کہتا ہے
ادب وسخن کی دنیا میں نام ترا ذی شان رہے

متفرق اشعار

منت کش ہجوم ہے تنہائی کے ڈر سے
کھل کر نہ اُن سے مل سکے رسوائی کے ڈر سے

☆

ذوق تپش سے آشنا الفت کا جام ہے
دیر و حرم میں ساغر و مینا حرام ہے

☆

بے ذوق نہ مُلّا نہ پنڈت ہی تمہارا
جھیلا نہ گیا اُن سے یہ فردوس ہمارا

دعا ہے زندگی میں خوش رہو تم، آج کے جیسے
سنو! یوں مسکراؤ اور ہنسو تم، آج کے جیسے
تمہارے آج کے اس دن پہ کوئی شام نہ آئے
اگر ایسا بھی ہو تو کل طلوع ہو، آج کے جیسے
عامر امیر